Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

سارا شگفتہ اور ادا جعفری کی شاعری میں تمثال کاری

Imagery in the poetry of Sara Shaughta and Ada Jafri

ڈاکٹر صائمہ اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

محمد سعد

لیکچرار شعبہ اردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

سعدیہ باقر

ایم۔فل اسکالر شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Dr. Saima Iqbal
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. College University Faisalabad
Muhammad Saad
Lecturer , Department of Urdu, Lahore leads University ,Lahore
Sadia Baqar
M .Phil Scholar, department of Urdu, Govt. College University Faisalabad

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2024 by the authors. This is an article open access distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: The knowledge and literature of any language is not devoid of the existence of Imagery. Poetry is different from prose. This is the main basis of this difference that poetry contains beautiful images or similes within its existence. Imagery have also been a part of poetry and literature and modern poetry too. The poetry of Pakistani women poets is very important because of its beauty and rarity. There are excellent examples of Imagery in the words of these poets, including Kishwer Naheed, Fahmida Riaz, Parveen Shakir, Ada Jafri, Fatima Hasan, Shahida Hasan and Zahra Nighar . In this article, the imagery in the poetry of Sara Shaughfta and Ada Jafari has been presented. Sara Shaughta and Ada Jafari's poetry is an important reference point for women's poetry. She is a poet of the subtleties of feeling and feminine emotions. She has presented various aspects of personal, contemporary and collective life in her poetry in romantic style and femininity. There poems have many colors which seem to reflect different themes in the form of imagery.

Key Words: Sara Shaughfta and Ada Jafari,Poetry, imagery, feminine, romantic style,

کسی بھی زبان کا علم و ادب تمثالوں کے وجود سے خالی نہیں ہے۔ شاعری نثر سے ممیز ہے۔ اس فرق کی ایک بڑی بنیاد ہی یہ بنتی ہے۔ کہ شاعری اپنے وجود کے اندر خوبصورت محو۔ یا تمثالوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ تمثالیں شعر و ادب کا حصہ بھی رہی ہیں۔ اور جدید شاعری کا بھی۔ اردو شاعری کے ابتدائی نمونوں اور مرثیے جیسی بیانیہ اصناف سخن میں بھی تمثالوں کے گہرے اثرات موجود ہیں۔

امیج یا امیجری کی اصطلاحیں مغرب سے اردو تنقید میں آئیں۔ مغربی تنقید میں یہ اصطلاحیں اپنے مفہوم کے اعتبار سے نئی نہیں ہیں۔ لفظ امیج فرانسیسی لفظ Imagair سے آیا ہے۔ ایک مفہوم کے مطابق بت تراشی کے نمونے امیج کہلائے۔ مناظر قدرت کی تصویر کشی کے لیے بالعموم Image کا لفظ استعمال ہوا حتی کے فنکار یا اشعار کے ذہنی اور حسی پیکر بھی Image کہلائے۔ بعد ازاں اصطلاح کا اطلاق ادبیات پر ہوا۔

اردو تنقید میں امیج کو وصف، محاکات، تصویر آفرینی، حسی تلازموں اور پیکر تراشی جیسے نام دیے گئے مولوی عبد الرحمان کے نزدیک امیج وصف ہے۔

"جو شعر منہ سے نکلتا ہے۔ عالم کلام میں باغ جنت کا پھول بن جاتا ہے۔ یعنی اصوات کی ہو بہو تصویر بن جاتی ہیں۔"(1)

عبد الرحمن بجنوری شاعری کو مصوری ہی کی ایک قسم کا قرار دیتے ہیں۔ لغوی اعتبار سے امیج کی وضاحت ان الفاظ میں سامنے آتی ہے:

"استعارہ، تشبیہ، سورۃ بلاغیہ، تصویرہ، تمثال، پیکر اندیشہ، مخیل، مخیلہ، وصف، واضح باتصویر اور Imagery کے لیے خیال میں نقشہ باندھنا، تصور کرنا، تشبیہ سازی، صنم پرستی، مجسمہ سازی، سماں بندی تخیلات وغیرہ۔"(2)

Image کے لیے اردو میں وضع کردہ نام انگریزی لفظ امیج کے جزوی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ کشاف تنقیدی اصطلاحات میں ابوالاعجاز حفیظ صدیقی نے امیج کے لیے تمثال اور امیجری کے لیے تمثال آفرینی جیسی اصطلاح میں وضع کی ہیں۔ جو اس مفہوم کے تقاضوں کو پورا کرتی ہیں جو لفظ امیج اور امیجری میں پوشیدہ ہے یہی وجہ ہے کہ اردو تنقید میں امیج اور امیجری کی اصطلاح کو اسی مفہوم میں استعمال کیا گیا ہے جس مفہوم میں وہ مغربی تنقید کا حصہ بنی ہے۔

قرآن کریم کے اسلوب میں وجد اور آہنگ جیسی خصوصیات نمایاں ہیں۔ انہی خصوصیات کے پیش نظر اہل عرب قرآن کریم کے اسلوب کو شاعری قرار دیا۔ قرآن کریم میں آیتوں کی ترتیب میں ایک خاص قسم کی موزونیت، جملوں کا ارتباط اور استدلال بیانکے لیے پیش کی جانے والی تشبیہات اور قرآن پاک کی فصاحت وبلاغت قرآن پاک کو ایک معجزہ ثابت کرتی ہے احمد حسن زیات عجاز قرآن کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

"قرآن میں تشبیہ و تمثال کی باریکیوں، مجمل و مفصل کی بلاغت، دلکش طرز بیان، قوی استدلال چند ایسے امتیازات ہیں جو انسانی طاقت سے ماوراء ہیں اور مقابلہ کے لیے سامنے آنے والے کو وز گاہ اور بہرہ بنا کر رکھ دیتے ہیں۔"[3]

قرآن پاک کی تشبیہات،، استعاروں، تمثیلوں اور رقصص میں ایسی با معنی تمثیلیں موجود ہیں جو نہ صرف فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہیں۔ بلکہ قرآن پاک کا معجزاتی اسلوب تمثال قاری کو ایک شعری محرک کے طور پر سامنے لاتا ہے۔ قرآنی سورتوں میں موجود تمثالوں کی موجودگی سے قرآن پاک کے طرز بیان میں تمثالوں کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ جس کی نشاندہی یہاں چند ایک سورتوں کی آیتوں میں موجود تمثالوں سے کی جاتی ہے۔ قیامت کے روز آسمان اور پہاڑوں کی بدلی ہوئی صورت حال کے لیے پیش کی جانے والی تمثال نہ صرف دل دہلانے والے منظر کو سامنے لاتی ہے بلکہ اس دن گناہ گاروں کو جو سزائیں بھگتنی پڑے گی اس کی بھی وضاحت کرتی ہے۔

ترجمہ: جس دن آسمان ایسے ہو گا جیسے گلی چاندی اور پہاڑ ایسے ہلکے ہوں گے جیسے اون۔"[4]

یعنی کتاب مقدس عہد نامہ عتیق نامہ جدید پر مشتمل ہے۔ عہد نامہ عتیق میں تورات کی ابتدائی پانچ کتابوں، پیدائش، خروج، احبار، استثنا، گنتی کے علاوہ دیگر انبیاء کے صحائف شامل ہیں۔ عہد نامہ جدید میں اناجیل اربعہ کا بیشتر حصہ تمثیلوں پر مشتمل ہے۔ عہد نامہ عتیق میں شامل کتب میں ایوب، زبور، امثال، واعظ اور غزل الغزلات کے اسلوب میں زبردست شعریت اور شاعرانہ زبان استعمال کی گئی ہے۔ مذکورہ کتب کے بارے میں مسیحی علماء کے ہاں ایک خیال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ یہ کتابیں منظوم صورت میں اپنی اصل زبان یعنی عبرانی میں موجود ہیں اس لیے ان کے تراجم میں شعریت اور غنائیت کا احساس غالب ہے۔

بائبل کا حصہ قدیم اور حصہ جدید دونوں میں تمثالوں کی عمدہ مثالیں بکثرت موجود ہیں دیگر شعری محاسن میں بالخصوص تشبیہات اور استعارات کی مدد سے بائبل کی عبارتوں اور آیتوں میں معنویت کا آہنگ شامل ہے۔

زبور مزامیر کی کتاب بائبل مقدس میں گیت، دعائیں اور مناجات پر مشتمل کتاب ہے۔ یہ کافی لمبے عرصے کے دوران مختلف مصنفین اور شعراء نے لکھے اور تصنیف کے لیے بنی اسرائیل نے ان گیتوں، دعاؤں اور مناجات کو اکٹھا مرتب کیا وہ انھیں عبادتوں میں استعمال کرتے تھے آخر انھیں نوشتوں میں شامل کر لیا گیا۔

"زبور" سے لی گئی پر معنی تمثال سے زبور کی شعری زبان کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے

Research Journal
Tahqeed
تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

"یروشلم اگر میں تمہیں بھولوں

تو میرا داہنا ہاتھ اپنا ہنر بھول جائے"(5)

فارسی شعرا کے ہاں تمثال کاری کے حوالے سے ایک طویل سلسلہ موجود ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ فارسی شعرا نے تمثال کاری میں تخیل کو واضح اہمیت دیتے ہوئے اس کا تعلق حسیات سے جوڑا ہے۔ تمثال سازی کے حوالے سے چند بڑے ناموں کے تذکرے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حافظ شیرازی فارسی کے عظیم غزل گو شاعر ہیں۔ فارسی کی تخلیقی غزلیات حافظ کی شاعری کا سرمایہ ہیں۔ جس میں عاشقانہ اور عارفانہ مضامین کو سلیقے سے سمویا گیا ہے۔ حافظ کی غزل پر مولانا روم اور سعدی کی شاعری کے گہرے اثرات ہیں۔ حافظ نے اپنے اسلوب بیان میں پختگی کا ثبوت دیا ہے۔

"حافظ شیرازی نے غزل کو اس مقام تک پہنچایا جس سے برتر مقام تصور میں نہیں آتا"(6)

حافظ کی تمثالیں بے خودی رندانہ اور حسن و عشق بھرپور عکاس ہیں۔ اور فارسی شاعری کے اس مخصوص اور روایتی تصور سے وابستہ ہیں۔ جو محبوب کے لب ور خسار اور سراپا نگاری کے رخ کو حسیاتی سطح پر پیش کرتی ہیں۔

خیال روی تو در ھر طریق ھمراہ ما ست
نسیم موی تو پیوند جان آکہ ماست(7)

تاج خورشید بندش خاک
شھسوار من کہ آئینہ دار روی است(8)

بہ ہوی ناقہ ی کہ آخر صبازآن طرہ بگشاید
زتاب زلف مشکینش (9)

ہندوستان کے مخصوص سیاسی، سماجی اور تہذیبی تناظر میں شاعری پر جو اثرات مرتب ہوئے ان اثرات کی واضح لہر دبستان دہلی کے شعرا کی تمثالوں پر بھی حاوی نظر آتی ہے۔ شعرائے دہلی کے فرد افرد اتجزیے سے تمثال کاری کے خارجی اور داخلی رجحانات کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

تشبیہات اور استعاروں کا انتخاب بھی ان شعراء خاص طور پر میرؔ کی سائیکی کے اس رخ کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے جو شخصیت کی عدم تکمیل کے احساس سے پھوٹا ہے۔ اسلوبیاتی سطح پر میر اس احساس سے کم واقف نہیں ہیں کہ استعارہ کی شعر میں کیا اہمیت ہو سکتی ہے؟

بقول خواجہ احمد فاروقی:

"میر کی غزلیہ شاعری میں یادوں کو ابھارنے کی جو قوت ہے اور حسی گرفت سے باہر رہنے اور بہنے والی جو خوبی ہے وہ لاجواب ہے میرے ذہن کو وجدان اور تاثیر کی طرف لے جاتا ہے جو طلسمی عالم ہے جہاں غم اور مسرت کی دھوپ چھاؤں ہے اور جہاں وضاحت اور صراحت کے بجائے استعارہ اور کنایہ کی حکمرانی ہے۔"(10)

پاکستانی شاعرات کا کلام اپنی خوبصورتی اور ندرت کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے۔ ان کے کلام میں تمثال کاری کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں، جن میں ادا جعفری، فہمیدہ ریاض، پروین شاکر، کشور ناہید، فاطمہ حسن، شاہدہ حسن اور زہرہ نگاہ شامل ہیں۔ اس مضمون میں سارا شگفتہ اور ادا جعفری کے کلام میں تمثال کاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ہمارے ہاں جتنی بھی پاکستانی شاعرات ہیں ان کے ہاں بہت خوبصورت طریقے سے تمثال کاری کو برتا گیا ہے۔ انھوں نے فرسودہ اقتدار کے خلاف جدوجہد کی۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے زندگی کی سچائیوں کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ سارا شگفتہ اور ادا جعفری نے جدید شاعری میں دقیع ذخیرہ الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔

سارا شگفتہ

سارا شگفتہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو گوجرانوالہ میں ایک غریب اور ان پڑھ خاندان میں پیدا ہوئیں۔ شاعری میں اپنا ایک خاص مقام رکھتی تھیں۔ آپ کو پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ مگر خاندانی مجبوریوں کی وجہ سے میٹرک بھی پاس نہ کر سکیں۔ تین شادیوں میں مسلسل نے ناکامی نے انھیں ذہنی مریض بنا دیا۔ انھیں ذہنی امراض کے ہسپتال داخل کروادیا، جہاں انھوں نے اپنی جان لینے کی ناکام کوشش کی۔ آپ نے کراچی میں ٹرین حادثے میں ۴ جون ۱۹۸۴ء میں وفات پائی۔

شعری مجموعے

پنجابی شاعری کی کتابیں

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقیق

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

1. بلدے اکھر
2. میں تنگی جنگی
3. لکن میٹی

اردو شاعری کی کتابیں

4. آنکھیں
5. نیند کا رنگ

سارہ شگفتہ نے نثری نظم کو اپنے اظہار کا وسیلہ بنایا اور ان کی نظمیں زندگی کی تلخ حقیقتوں کو پیش کرتی ہیں۔ جن میں نسوانی کرب اور حادثات کا بیان تمثال کے پیرائے میں ملتا ہے۔ ان کی تمثالیں جذبات کی شدت، تلخی اور طنز لیے احساسات کو اجاگر کرتی ہیں۔ مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

جو پھول ہم نے دوپہر میں توڑا تھا، وہ زرد پڑ گیا ہے
ٹوٹے پھول کی خوشبو بھی خنجر ہو گئی ہے
مگر جو پھول ہم نے شام میں توڑے تھے
انھیں رات کے اندھیروں نے کالا کر دیا ہے[11]

(رنگے ہوئے مکان)

ان اشعار میں سارا شگفتہ نے عمدہ تمثال کاری کی ہے یہاں پھول کا دوپہر میں ٹوٹنا اور زرد پڑنا، ٹوٹے پھول کی خوشبو کا خنجر ہونا اور شام میں توڑے گئے پھول کا رات کے اندھیرے میں کالا ہونا، بصری اور تمثالی مثالیں ہیں۔ سارا شگفتہ کی پر تمثالی اور ان کی ذہنی فرسٹریشن کی عکاسی ہے۔ ان تمام مثالوں میں بتایا گیا ہے کے ظلم اور بربریت کا نتیجہ مظلوم کی سرکشی اور تندی و تلخی بھی ہو سکتا ہے اور اس کی موت بھی۔ یہاں پھول کا ٹوٹنا بھی موت کے برابر ہے یہ بصری تمثالیں علامت کو ذریعہ بنا کر تخلیق کی گئی ہیں۔

سارے قدم رخصت ہو چکے ہیں

اور ساری آنکھیں بھنبھنا رہی ہیں

میں آواز کا بدن توڑتی ہو

میں کتنے گاروں سے بنی تھی

کون خوف کے کوئیں کھود جاتا ہے

اور چھاؤں سے سورج اڑ جاتا ہے آگے (12)

(ہونٹ میرے گداگر)

ان تمثالوں میں شاعرہ اپنی ذات کے حوالے سے استفہامی انداز اپنائے ہوئے ہے۔ ان سارے اشعار کے ہر مصرعے میں مرکب تمثال موجود ہے۔ سارا شگفتہ اپنی تمثالوں میں تجرید کی تجسیم اور حواس خمسہ کی آمیزش سے کام لے کر نوع بہ نوع تمثالیں تخلیق کرتی ہیں۔ ان کے ہاں تمثال کاری کا عمل غیر شعوری شاعری اور بے ارادہ محسوس ہوتا ہے۔

جس معاشرے میں ہنوز مرد کھل کر بات نہ کر سکتا ہوں کھل کر بات نہ کر سکتا ہو وہاں چند شاعرات کا جسم اور اس سے وابستہ مثبت اور منفی اثرات کو نظم کر دینا بھی بڑی بات ہے۔ ان شاعرات نے واشگاف اسلوب میں بات نہ کرتے ہوئے بھی موثر ہو ، تمثال، استعاروں اور کنایوں سے کام لیا ہے۔ ان شاعرات میں سارا شگفتہ بھی شامل ہیں۔

چراغ کو آگ چکھنی ہے

میں ذات کی منڈیر پر کپڑے سکھاتی ہوں (13)

(چاند کتنا ہے)

اثبات ذات میں کامیابی اور ناکامی کے المیہ کو سارا شگفتہ نے اپنی نظم چاند کتنا پتا ہے میں بیان کیا ہے

اس اقتباس کی مثالیں سارا شگفتہ کی دیگر مثالوں کی طرح کسی حد تک مبہم ہیں۔ قاری کے لیے ان تمثالوں کے مکمل مفہوم تک رسائی اور ربط کی تلاش وقت طلب کام ہے۔ عقیل احمد صدیقی ان کی شاعری اور تمثال کاری کے بارے میں لکھتے ہیں:

"سارا شگفتہ کی اعترافی تخلیقات ذہنی بیماری ڈیپریشن Depression ، اعصابی تناؤ، نفسیاتی کشمکش موت بشمول خود ہر ایک

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقیق

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

پر شک کی نگاہ ڈالنا جیسے عناصر سے عبارت ہے۔ سارا اپنے تجربات کو منتشر پیکروں کے کولاز کی صورت میں پیش کرتی ہیں یا پھر ریاسٹک مچھو. کی صورت میں۔ اظہار اکثر اس قدر غیر موجود ہوتا ہے دو مصرعوں میں کسی ربط کی تلاش انتہائی مشکل کام قرار پاتا ہے۔"(14)

سارا شگفتہ کی تمثالیں اپنے تاثر میں ان کے داخلی کرب اور اعصابی تناؤ کی عکاس ہیں۔ ان کی تمثالوں سے مکمل معنی کی تلاش اور اور تمثالوں کا باہمی ربط یا نظم کی وحدت کا سراغ لگانا مشکل ہے جس کی وجہ سے ان کی تمثالیں کئی مقامات پر مبہم محسوس ہوتی ہیں۔

ادا جعفری

آپ ۲۲ اگست ۱۹۲۴ء کو بدایوں میں ہوئی۔ اصل نام عزیز جہاں ہے۔ آپ کے والد مولوی بدر الحسن کا انتقال اس وقت ہوا جب آپ تین برس کی تھیں۔ اس کے بعد آپ کی والدہ آپ کو لے کر اپنے میکے آ گئیں۔ ادا جعفری کو شروع سے ہی شعر کہنے کا شوق تھا۔ شاعری کا آغاز کم عمری میں کر دیا تھا۔ اردو زبان میں شاعری کی وجہ سے آپ کو بہت شہرت ملی۔ آپ کا کلام ادبی رسالوں میں بھی شائع ہوتا تھا۔ آپ نے جو رہی سو بے خبری رہی کے نام سے اپنی خود نوشت سوانح عمری ۱۹۹۱ء میں لکھی۔ مختصر علالت کے بعد ۱۲ مارچ ۲۰۱۵ء کو آپ کا انتقال ہو گیا۔

تصانیف

1. میں ساز ڈھونڈتی رہی
2. شہر درد
3. غزالاں تم تو واقف ہو
4. ساز سخن بہانہ ہے
5. حرف شناسائی
6. موسم موسم
7. جو رہی سو بے خبری رہی

ادا جعفری جدید اردو نظم میں ایک اہم نام ہے۔ انھوں نے فرسودہ اقدار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ روح عصر سے آگاہی نے ان کی شاعری کو توانائی بخشی۔ انھوں نے اپنی شاعری کو صداقتوں کے اظہار کا وسیلہ بنایا ہے۔ خارجی حالات و واقعات کو اپنے باطنی احساسات کی آمیزش کے

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

ساتھ جب وہ شعروں کا روپ دیتی ہیں تو ان کی شاعری لطافت اور تاثیر سے بھر جاتی ہے۔

عزیز حامد مدنی رقمطراز ہیں:

"ادا جعفری نے جدید شاعری میں وقیع اور شائستہ اضافہ کیا ہے۔"(15)

ادا جعفری کی نظموں سے تمثال کاری کی چند تمثالیں درج ذیل ہیں۔

دیکھ تو سرمئی آکاش پر تاروں کا نکھار

رات کی دیوی کے ماتھے پہ چنی ہے افشاں

یا کچھ اشکوں کے چراغ

موت کے سائے تلے سسکیاں بھرتی ہے حیات(16)

(یہ میرے دل کو خیال آتا ہے)

سرمئی آکاش پر تاروں کے غبار کو رات کی دیوی کے ماتھے پہ چنی افشاں یا اشکوں کے چراغ سے تشبیہ دے کر ادا جعفری نے یہ بصری تمثال تخلیق کی ہے۔ تعلق بہت واضح ہونے کی وجہ سے تمثال کی متقاضی رمزیت پیدا نہیں ہو سکی۔ موت کے سائے تلے حیات کا سسکیاں بھرنا تجرید کی تجسیم کی آئینہ دار سمعی تمثال ہے۔

کبھی اک رشک سے دھل جاتے ہیں صدیوں کے غبار

کائنات اور نکھر اور سنور جاتی ہے

کبھی ناکام تمنا کی صدائے مبہم

قہقہہ بن کے فضاؤں میں بکھر جاتی ہے(17)

(اعتذار)

صدیوں کے غبار کا اشکوں سے دھلنا اور تمنا کی صدائے مبہم کا قہقہہ بن کر فضاؤں میں بکھرنا سمعی حس کی تمثالیں ہیں۔ یہ تمثالیں اپنی نوعیت میں متحرک ہیں۔

ضد پر آندھی کی دیا کانپ رہا ہو جیسے

تھک کے افسردہ وویران گزرگاہوں میں

آخری عہد وفا ہانپ رہا ہو جیسے[18]

(یہ جیون یوں ہی بنے گا)

آندھی کی زد پر دیے کا کانپنا اور عہد وفا کا تھک کر ہانپنا متحرک تمثالیں ہیں۔ ان دونوں تمثالوں میں تشبیہ کو ذریعہ بنایا گیا ہے، جس کی وجہ سے رمز وایماء کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ ہائیکو کی طرز پر لکھی گئی ان کی ایک نظم ملاحظہ کیجیے۔

روزنوں سے قدموں تک مکڑیوں کے جالے ہیں

درد سے آٹے پیکر بے چراغ آنکھوں سے دیکھنا ہی کب چاہیں

آدمی کے اندر بھی خوش نما اجالے ہیں[19]

(خسارہ)

روزنوں سے لے کر قدموں تک مکڑیوں کے جالے بصری تمثال ہے۔ دراصل شاعرہ سوچ کی پسماندگی اور جمود کا تذکرہ کرنا چاہتی ہے جس کے لیے اس نے یہ تمثال تخلیق کی ہے۔ گرد سے اٹے پیکر اور بے چراغ آنکھوں سے دیکھنا بھی اسی مفہوم کو بیان کرنے والی تمثالیں ہیں۔

ادا جعفری کو اپنے تجربات ومشاہدات کو فن کے سانچے میں ڈھالنے پر مکمل عبور حاصل ہے مگر ان کی زیادہ تر شاعری بیانیہ ہے۔ انھوں نے تمثال کاری پر بہت کم توجہ دی ہے ان کی شاعری میں تمثال کاری کے نمونے خال خال ہیں۔

جدید ادب کے تقاضوں نے ہمارے ملک کی خواتین کو اپنی طرف رجوع کر لیا ہے۔ ہندوستان کے موجودہ دور کی تاریخ کا یہ ایک اہم سانحہ ہے۔ خواتین کو عموماً ہر قوم میں سب سے زیادہ کند ذہن اور قدامت پسند سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اب قدامت اور جمود کے خلاف عوام نے جو راستہ اختیار

کیا ہے اس کے صحیح ہونے کا ثبوت اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ اب عورت نے اپنی صلاحیتوں کو منوانا شروع کر لیا ہے۔ وہ زمانہ کے تقاضوں سے متاثر ہو رہی ہے اور ان کا ادب اور ان کی شاعری عمومی افکار کی آئینہ دار بننے پر آمادہ ہو گئی ہے۔ ادا بدایونی جیسی خواتین کا یہ رجحان جدید ادب کا ایک نشان راہ ہے جس سے ہم اس منزل کا پتہ پاتے ہیں جہاں ملک کے ذہنی انقلاب کی تمام قوتیں مجتمع ہو رہی ہیں۔[20]

ادا جعفری کی نظموں کے موضوعات خاصا وسیع ہیں۔ انھوں نے تانیثیت اور نسائیت کے علاوہ حیات کائنات کے دیگر مسائل کو بھی شعری پیکر عطا کیا ہے۔ اس سلسلے میں اردو کے نامور ناقد ڈاکٹر فرحان فتح پوری لکھتے ہیں:

"اس سے انکار نہیں کہ ادا جعفری نے ایک خاتون کی حیثیت سے نسائیت کے بعض ایسے نفسیاتی کوائف اور جذبوں کی ترجمانی بھی کی ہے جو کسی مرد شاعر سے ممکن نہ تھا"[21]

آنکھوں میں ہے سوئی ہوئی

اک ناشنیدہ داستاں

چپ جب سے کچھ کھوئی ہوئی

چشم فلک سے بدگماں

یا پھول کی ایک پنکھڑی

آزردہ موج ہوا[22]

(ایک تصویر دیکھ کر)

آنکھوں میں سوئی ناشنیدہ داستان بصری تمثال ہے جبکہ چپ سی کو تشبیہ دے کر تمثال تخلیق کی گئی ہے۔ یہاں موج ہوا کا استعمال ہوا ہے۔ موج عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں لہر۔ اس طرح موج ہوا یعنی ہوا کی لہر۔

ادا جعفری کہتی ہیں کہ میرے آنکھوں میں جو خواب چھپے ہوئے ہیں وہ پھول کی پنکھڑی کی مانند ہیں یا پھر آزردہ موج ہوا کی طرح ہیں۔

شاعری اگر تخلیقی سطح پر اظہار ذات ہے تو پھر وجود، جسم و جان اور ان سے وابستہ لسانی، عمرانی، روحانی اور اقتصادی امور اور ان سے مشروط

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 05، شمارہ نمبر 01، جون-2024

جذبات و احساسات کے تلازمات شاعری کے اساسی موضوعات قرار پاتے ہیں۔

ادا جعفری کا اسلوب ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے اسلوب نے ان کے کلام کو مزید خوبصورت بنا دیا ہے۔ موسیقی اور ترنم کے ساتھ ساتھ خوبصورت تمثال کاری بھی ان کے ہاں موجود ہے۔

ڈھلکے ڈھلکے آنسو ڈھلکے
چھلکے چھلکے ساغر چھلکے
دل کے تقاضے ان کے اشارے
بھو جل بھو جھل ہلکے ہلکے (23)

ان اشعار میں بصری اور حسیاتی تمثالیں موجود ہیں۔ یہ بصری اور حسیاتی تمثالیں متحرک نظر آتی ہیں۔ اردو غزل میں وقت کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ تبدیلیاں آئیں۔ ایسے کشیدہ حالات میں ادآ نے نہ عورتوں کے جذبات و احساسات کو اردو شاعری بیان کیا جن کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ادا جعفری نے غزل اور نظم دونوں اصناف میں شاعری کی۔ تنہائی، کرب، شگفتگی، ادابندی، عورتوں کے جذبات و احساسات کی عکاسی ملتی ہے

اس طرح سارا شگفتہ اور ادا جعفری کی شاعری کو دیکھیں تو ان کا نام نسائی شاعری کا ایک اہم حوالہ ہے۔ وہ احساس کی نزاکتوں اور نسائی جذبوں کی شاعرات ہیں۔ انھوں نے اپنے کلام میں ذاتی، عصری اور اجتماعی زندگی کے مختلف رخ رومانوی اسلوب اور نسائی حیثیت میں پیش کیے ہیں۔ ان کی نظموں کے بہت سے رنگ ہیں جو تمثال کاری کی صورت میں مختلف موضوعات کی عکاسی کرتے نظر آتے ہیں۔ جمال آفرینی اور تمثال کاری کے بغیر نظم باقی اصناف شاعری کے مقابلے میں کمزور پڑتی نظر آتی ہے لیکن سارا شگفتہ اور ادآ جعفری جیسی شاعرات اس فن سے بخوبی آشنا ہیں اس لیے ان کے ہاں بہترین نظمیں موجود ہیں۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

حوالہ جات

1۔ عبدالرحمن، مراۃ الشعرا، لکھنؤ: اترپردیش اکیڈمی،۱۹۷۸ء، ص ۱۴۴

2۔ توقیر احمد خان، ڈاکٹر، شعریات بال جبریل، دہلی،۱۹۹۵ء، ص۷۷

3۔ احمد حسن زیات، تاریخ ادب عربی مترجم (نعیم صدیقی)، لاہور: مکتبہ دانیال، س ن، ص ۲۳۱

4۔ المعارج:۹

5۔ زبور:۵۔۱۳۷۴

6۔ محمد ریاض، ڈاکٹر، صدیق شبلی، ڈاکٹر، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۸۲

7۔ حافظ شیرازی، دیوانِ حافظ، لاہور: الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، ۱۹۹۶ء، ص۸۶

8۔ ایضاً، ص ۱۰۳

9۔ ایضاً، ص ۲۰۶

10۔ کامل قریشی، ڈاکٹر (مرتب) اردو غزل دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۷ء، ص۹۶

11۔ سارہ شگفتہ، رنگے ہوئے مکان، مشمولہ: ماہ نو، ماہ نامہ (چالیس سالہ مخزن) لاہور: ج دوم، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۳۷

12۔ سارہ شگفتہ، آنکھیں، لاہور: فنکشن ہاوس، ۱۹۹۷، ص۴۹

13۔ ایضاً، ص۴۹

14۔ عقیل احمد صدیقی، چند پاکستانی شاعرات اور ریت اور تجربہ (نظم کے حوالے سے) مشمولہ: بیسویں صدی میں خواتین اور اردو ادب، نئی دہلی: ۲۰۰۲ء، ص۲۰۶

15۔ کامل قریشی، ڈاکٹر، (مرتب) اردو غزل دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۷ء

16۔ ادا جعفری، میں ساز ڈھونڈتی رہی، لاہور: غالب پبلشرز، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۱۔۱۰۲

17۔ ایضاً، ص ۱۱۴

18۔ ایضاً، ص ۱۱۸

19۔ بحوالہ اظہر قادری، ادا جعفری کا شعری آہنگ، مشمولہ: سیپ سہ ماہی، کراچی، شمارہ ۵۷، س ن، ص ۲۰۵

20۔ ڈاکٹر سلیم اختر، پاکستانی شاعرات، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۸ء ص ۱۵۷

21۔ بحوالہ فضائے حیات و مسائل کائنات کی مرقع ساز: ادا جعفری، فاروق گلی، ماہنامہ اردو دنیا، دہلی جون ۲۰۱۵ء ص ۵۳

22۔ ادا جعفری، میں ساز ڈھونڈتی رہی، لاہور: غالب پبلشرز، ۱۹۸۲، ص 115

23۔ فرقان فتح پوری، ڈاکٹر، امراؤ طارق، ادا جعفری فن و شخصیت، کراچی: حلقہ نیاز و نگار، ۱۹۹۸ء، ص ۲۲

1. Abdul Rahman, Marat al-Shaara, Lucknow: Uttar Pradesh Academy, 1978, p. 144
2. Tauqeer Ahmad Khan, Dr., Shayriat Bal Jibreel, Delhi, 1995, p.77
3. Ahmad Hasan Zayat, History of Arabic Literature, translated by Naeem Siddiqui, Lahore: Daniyal School, No. 231
4. Al-Maaraj: 9
5. Zabore: 5.4 137
6. Mohammad Riaz, Dr., Siddique Shibli, Dr., The Shortest History of Persian Literature, Lahore: Milestone Publications, 2003, p.82
7. Hafiz Shirazi, Diwan-e-Hafiz, Lahore: Al-Faisal Publishers and Traders of Books, 1996, p . 86
8. Ibid , p . 103
9. Ibid ,P . 206
10. Kamil Qureshi, Dr. (compiled) Urdu Ghazal Delhi: Urdu Akademi, 1987, p. 96
11. Sara Shaughta, Rangy hoy Mukaan, meshmolah: Month Nine, Month Name (Forty-Year Repository), Lahore: Vol. II, 1987, p. 1237
12. Sara Shaughta, Eyes, Lahore: Function House, 1997, p.49
13. Ibid,P.49

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر05، شمارہ نمبر01، جون-2024

14. Aqeel Ahmad Siddiqui, A Few Pakistani Women Poets and traditions and Experience (Regarding Poetry) meshmolah : Women in the Twentieth Century andUrdu Literature, New Delhi: 2002, p.206
15. Kamil Qureshi, Dr. (Muratab) Urdu Ghazal Delhi: Urdu Akademi, 1987
16. Ada Jafari, main saaz dhondti rahi, Lahore: Ghalib Publishers, 1982, pp. 101-102.
17. Ibid,P:114
18. Ibid,P:118
19. With reference to Azhar Qadri, Ada Jafri ka shari aahang, meshmola : Saip ,sehmahi, Karachi, No. 57, No. 205
20. Dr. Salim Akhtar, Pakistani Shairaat , Lahore Sangmail Publications, 2008, p. 157
21. Bahawalh fizay Hiat o musail kainaat ki muraqa saaz: Ada Jafari, Farooq Gali, Urdu Dunya Mahnama, Delhi, June 2015, p. 53
22. Ada Jafari, main saaz dhondti rahi, Lahore: Ghalib Publishers, 1982, pp.115
23. Furqan Fathpuri, Dr., Amrao Tariq, Ida Jafri, Fun aur Shakhsiat,Karachi: Halqa Niaz o Nigar, 1998, p. 22